محمد سعید

دیوانِ غالب نسخۂ عرشی کے مقدّمے کی فروگزاشتیں

Mistakes: of Collective Verse (Deevan of Ghalib Compiled by Arshi in accord of its Preference)

Abstract:

Muhammad Saeed, Assistant Professor, Urdu Department, G.C University, Faisalabad

Maulana Imtiaz Ali Arshi is one of the prominent research scholars of Urdu. He collected and edited the Urdu poetry of Mirza Ghalib and published it with title "Dewan-e-Ghalib Urdu: Nuskha-e-Arshi" in 1958. After publishing he continued to revise this Dewan. The second edition of Nuskha-e-Arshi was published in 1982. He wrote a detailed preface "Muqadma" consisting of about one hundred and fifty pages, in which he wrote all types of information about Ghalib's Urdu work. Though this preface is full of knowledge and information but it also contains some fatal mistakes which, some times results in misleading the readers. This article point's out such mistakes and also tries to correct them. This makes Nuskha-e-Arshi more important and helpful.

مولانا امتیاز علی خاں عرشی اُردو کے معتبر اور عظیم محقق ہیں۔ غالب کے اُردو کلام کی ترتیب و تدوین کو انھوں نے کلیات کی صورت میں ''دیوان غالب اُردو نسخۂ عرشی'' کے نام سے ۱۹۵۸ء میں شائع کیا۔ اس کے بعد وہ مسلسل اس میں ترمیم و اضافے کرتے رہے۔

دیوانِ غالب نسخۂ عرشی کا دوسرا ایڈیشن بہت سی مثبت تبدیلیوں کا حامل ہے، جس وجہ سے، اسے پہلے ایڈیشن پر فوقیت حاصل ہونا چاہیے۔ اس کے پہلے ایڈیشن میں متعدد مقامات محلِ نظر تھے، جن میں سے بیشتر کو دوسرے ایڈیشن میں درست کر لیا گیا ہے۔ لیکن اس کے باوجود اس دوسرے ایڈیشن کا بہ نظرِ غائر اگر تفصیلی مطالعہ کیا جائے یا اس کے بعض مقامات کو، تنقیدی نقطۂ نظر سے دیکھا اور پرکھا جائے تو اب بھی متعدد محلِ نظر اور اصلاح طلب پہلو اس میں موجود ہیں۔

اس کے شروع میں کوئی ڈیڑھ سو صفحات پر مشتمل طویل ''مقدمہ'' ہے، جس میں اُنھوں نے غالب کے اُردو کلام سے متعلق ہر طرح کی معلومات درج کی ہیں۔ لیکن اس میں کچھ ایسی غلطیاں موجود ہیں جو بعض اوقات علمی گمراہی کا باعث ہو سکتی ہیں۔ اس مضمون میں ایسی غلطیوں کی نا صرف نشان دہی کی جا رہی ہے بلکہ ان کی درستی کی بھی کوشش کی ہے۔

نسخۂ عرشی کا مقدمہ بے بہا معلومات کا خزینہ اور اصولِ تدوین کا اعلیٰ نمونہ ہے۔ اس کو بنیاد اور مثال بنا کر تدوین کے اصول وضع ہوتے ہیں کہ کسی تدوین شدہ متن کے مقدمے کو کیسا ہونا چاہیے۔ نسخۂ عرشی کے مقدمے کی بے بہا خوبیاں گنوانے کی یہاں گنجائش نہیں۔ اس کا اندازہ اس کے مطالعے سے کیا جا سکتا ہے یا پھر اصولِ تحقیق و تدوین پر لکھی گئی کتب کے مطالعے سے کیا جا سکتا ہے کہ ان میں نسخۂ عرشی یا اس کے مقدمے کے ذریعے سے کیسے کیسے اصول وضع کیے گئے اور اسے بطور نمونہ اور بطور سند پیش کیا گیا۔ یہاں اس حصہ میں اس کے کچھ محلِ نظر مقامات زیرِ بحث لائے جائیں گے جن کے ذریعے سے یہ مقدمہ مزید مفید مطلب بن سکتا ہے۔

اس جائزے کے لیے دیوانِ غالب نسخۂ عرشی کا دوسرا ایڈیشن (۱۹۸۲ء) پیشِ نظر رہے گا کہ یہی زیادہ معتبر اور ترمیم و اضافہ شدہ ہے۔ مولانا عرشی مقدمے میں ''مقدارِ انتخاب'' کے تحت لکھتے ہیں:

> ''میرزا صاحب نے قدیم دیوان کے تین قصیدوں میں سے دو انتخاب میں شامل کر لیے ہیں۔ اُن کے اشعار کی تعداد ۷۷ تھی۔ اس میں سے ۵۱ شعر آج بھی منتخب دیوان کے اندر موجود ہیں''۔[1]

یہاں ''قدیم دیوان'' سے نسخۂ بھوپال اور ''انتخاب'' سے نسخۂ رام پور قدیم (۱۸۳۳ء) مراد ہے۔ یہ انتخاب (۱۸۳۳ء)، وہ اصل یا اس کی نقل ہے، جو غالب نے اشاعت کے لیے منتخب کیا اور شروع میں فارسی دیباچہ لکھا۔

نسخۂ بھوپال کے جن دو قصیدوں کے اشعار کی تعداد، مولانا عرشی نے ۱۷۷ بتائی ہے، نسخۂ حمیدیہ (اوّل ۱۹۲۱ء) کے متن میں، ان دو قصیدوں کے ۷۷ شعر ہی ہیں، لیکن ان میں سے انتخاب میں آنے والے اشعار کی تعداد ۵۱ کی بجائے ۶۰ ہے (جو مولانا عرشی کے، اس ''انتخاب'' (۱۸۳۳ء) کے اشعار کے گوشوارے (مقدمہ، ص:۱۰۲) کے بھی مطابق ہے)۔ مولانا عرشی کا یہ سہو، مفتی انوار الحق کے سہو پر مبنی ہے۔ مفتی صاحب، نسخۂ حمیدیہ کی تمہید میں لکھتے ہیں:

''پہلا قصیدہ ۱۱۰ شعروں کا ہے، دوسرا ۶۷ کا اور تیسرا ۲۹ کا، لیکن مروّجہ دیوان میں صرف پہلے اور دوسرے قصیدے کے ۲۸ اور ۲۳ شعر شائع ہوئے ہیں'' ۲

مولانا عرشی نے، مفتی صاحب کی اس تمہید کو سامنے رکھا اور ۲۸ + ۲۳ کے مجموعے کو ۵۱ لکھ دیا۔ یہاں دوسرے قصیدے میں سے منتخب ''۲۳ شعر'' سہو کتابت ہے۔ مفتی صاحب نے ۳۳ لکھا ہوگا جو ۲۳ چھپ گیا، کیونکہ ''نسخۂ حمیدیہ'' میں اس دوسرے قصیدے کے، م کے نشان والے (متداول) اشعار ۳۳ ہی ہیں۔ اب، پہلے قصیدے سے منتخب ہونے والے ۲۸ اور دوسرے سے ۳۳ کی مجموعی تعداد ۶۱ بنتی ہے لیکن یہ بھی درست نہیں۔

زیرِ بحث دوسرے قصیدے کا شعر ''دہر جز جلوۂ، الخ''، مولانا عرشی کے مطابق ''انتخاب'' (۱۸۳۳ء) میں نہیں ہے اور پہلی بار ''نسخۂ بدایوں'' (۱۸۳۸ء) میں آیا ہے (طبع ثانی ص: ۱۵۰)۔ اس طرح ''نسخۂ بھوپال'' میں سے ان دو قصیدوں کے ۱۷۷ اشعار میں سے انتخاب میں آنے والے ۵۱ ہیں نہ ۶۱ بلکہ ۶۰ ہیں۔

ڈاکٹر گیان چند، مولانا عرشی کا محوّلا بالا، محلِ نظر اقتباس درج کرنے کے بعد، ایک مختصر گوشوارے میں، نسخۂ بھوپال کے تینوں قصیدوں کی مجموعی تعداد، ان میں سے قلم زد ہونے والے اور انتخاب میں آنے والے اشعار کی تعداد درج کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''یہ تعداد (نسخۂ عرشی کی) صحیح نہیں۔ صحیح صورتِ حال یہ ہے:

قصیدہ	کل اشعار	قلم زد اشعار	منتخب دیوان میں لیے گئے اشعار
رائیہ	۱۱۰	۸۲	۲۸
نونیہ	۶۸	۳۵	۳۳
تحتانیہ	۲۹	۲۶	۳ (غزلیات میں)
میزان	۲۰۷	۱۴۳	۶۴

اس طرح ۱۷۷ کی بجائے ۲۰۷ اور ۵۱ کی بجائے ۶۴ ہونا چاہیے'' ۳

ڈاکٹر گیان چند کی یہ اشعار شماری بھی محلِ نظر ہے۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ، مولانا عرشی نے دو قصیدوں کے اشعار کی تعداد ۱۷۷ بتائی تھی نہ کہ تین کی۔ (تیسرے قصیدے سے تین شعر غزلیات میں شامل ہوئے اس لیے قصائد کے اشعار کی تعداد کے ذکر میں انھیں شامل ہی نہ رکھا گیا تھا) گیان چند نے مولانا عرشی کے شمار میں بہت بڑا فرق ظاہر کرنے کے لیے تیسرے کو بھی شامل کرلیا۔

دوسری بات یہ ہے کہ، ''نسخۂ حمیدیہ اوّل''، ''نسخۂ عرشی'' اور ''نسخۂ حمیدیہ دوّم'' (۱۹۶۹ء) تینوں میں، نسخۂ بھوپال کے قصائد کے اشعار کی کل تعداد ۲۰۶ بنتی ہے جو درست ہے اور گیان چند نے ۲۰۷ بتائی ہے جو درست نہیں ہے۔ مفتی صاحب نے چوں کہ مخطوطے کے اشعار کے ساتھ مطبوعہ اور متداول کو بھی شامل کر لیا ہے۔ اس طرح ''ح'' (نسخۂ حمیدیہ اوّل) کے دوسرے قصیدے کے دوسرے (متداول دیوان کے پہلے) شعر ''دہر جز جلوۂ الخ'' (جو پہلی بار نسخۂ بدایوں (۱۸۳۸ء) میں شامل ہوا) کو بھی گیان چند نے ''نسخۂ بھوپال'' کا سمجھ لیا، حالانکہ اس شعر پر مفتی صاحب کا حاشیہ موجود ہے: ''یہ مشہور مطلع قلمی نسخے میں نہیں ہے غالباً بعد میں بڑھایا گیا ہے'' (ح، ص ۳۰۱) گیان چند کی نظر سے یہ حاشیہ رہ گیا ورنہ اُنھیں یہ التباس نہ ہوتا۔ لٰہذا ''نسخۂ بھوپال'' کے قصائد میں سے انتخاب میں آنے والے قصائد کے اشعار کی تعداد ۶۰ ہے اور تین غزلیات میں شامل ہوئے۔

مولانا عرشی مقدّمے میں، لال قلعے کے مشاعروں کے منعقد ہونے اور اُن میں غالبؔ کی شرکت کے ذیل میں لکھتے ہیں:

> ''دوسرا مشاعرہ شوال ۱۲۶۵ھ (اگست ۱۸۶۲ء) میں میرزا نورالدین بہادر متخلص بہ شاہی نے منعقد کیا تھا''۔[۴]

اس اقتباس میں سے سالِ عیسوی (۱۸۶۲ء) کو ''صحت نامہ'' میں ۱۸۵۲ء کر لینے کے لیے کہا ہے۔ یہاں عیسوی سال تو درست ہو گیا لیکن ہجری سال مشکوک ہے۔ شوال ۱۲۶۵ھ، اگست ۱۸۵۲ء کو نہیں، ستمبر ۱۸۴۹ء کو پڑتا ہے[۵]۔ اس مشاعرے میں غالب نے بھی غزل ''سب کہاں کچھ لالہ و گل الخ'' پڑھی تھی، جس کی اشاعت کے بارے میں مولانا عرشی ایک دوسری جگہ لکھتے ہیں:

> ''دہلی اُردو اخبار، جلد ۱۴، نمبر ۲۳، مورخہ ۲۱ شوال ۱۲۶۸ھ مطابق ۲۸- اگست ۱۸۵۲ء میں... شائع ہوئی تھی''۔[۶]

''صحت نامے'' میں سالِ عیسوی تو درست کروا دیا، لیکن سالِ ہجری، طبع اوّل اور طبع ثانی دونوں میں اسی طرح چھپا ہے۔ اسے شوال ۱۲۶۸ھ ہونا چاہیے۔

مقدّمے کے صفحہ ۹۸ پر، ''نسخۂ شیرانی'' کے متن میں ۸ جدید غزلوں کے ۶۴ شعر، حاشیے کی غزلوں کے ۸۷ شعر اور ''نسخۂ بھوپال'' کی نسبت دیگر غزلوں میں اضافہ شدہ اشعار کی تعداد ۴۷ درج ہے، جن کی مجموعی تعداد ۱۹۸ ظاہر کی گئی ہے۔ اگلے صفحے پر ''نسخۂ شیرانی'' کے اشعار کا گوشوارہ

درج ہے، جہاں الگ سے حاشیے کی غزلوں کے اشعار کی تعداد ۸۸ درج کی ہے، جو درست ہے گویا صفحہ ۹۸ پر ''نسخۂ شیرانی'' کے حاشیے کے اشعار ۸۷ غلط اور ان کی جگہ ۸۸ درست اور اسی حساب سے اضافوں کی مجموعی تعداد ۱۹۸ غلط اور ۱۹۹ درست ہے۔ مقدّمے کے صفحہ ۹۹ پر، نقصانِ اوراق اور حاشیوں کے علاوہ، نسخۂ شیرانی کے متن کا ردیف وار گوشوارہ دیا ہے، جس کے آخر میں مجموعی تعداد ۱۹۸۰ لکھی ہوئی ہے، جو درست نہیں۔ ''نسخۂ شیرانی'' کے کلام کا شمار کیا گیا تو گوشوارے میں ہر ردیف کی تعداد اشعار کو اس کے مطابق اور درست پایا۔ پھر گوشوارے کی تمام ردیفوں (اور ایک نامکمل قصیدے) کے اشعار کی مجموعی تعداد نکالی تو ۲۱۳۰ بنی، جو ''نسخۂ شیرانی'' کے متن کی موجودہ صورت کے مطابق ہے۔ لہٰذا مقدّمے میں ''نسخۂ شیرانی'' کے متن میں موجود اشعار کی مجموعی تعداد ۱۹۸۰ غلط درج ہوگئی ہے اس کی بجائے ۲۱۳۰ سمجھنا چاہیے، جو گوشوارے کے بھی مطابق ہے۔ دیوانِ غالب طبع اوّل (۱۸۴۱ء) کے بارے میں مولانا عرشی، مقدّمے میں لکھتے ہیں:

> ''... شعبان ۱۲۵۷ھ (اکتوبر ۱۸۴۱ء) میں میرزا صاحب کا دیوان، اس مطبع (سیّدالاخبار) میں چھپنا شروع ہوا اور ۲۷ رمضان (۱۲ نومبر) تک زیرِ طبع رہا۔ تاریخ آغاز سرورق پر مذکور، اور ۲۷ رمضان تک اختتام نہ ہونے کی دلیل یہ ہے کہ اس میں یہ رباعی بھی شامل ہے: ہے اب کے شبِ قدر و دوالی باہم اور از روے حساب دوالی اور شبِ قدر کا اجتماع اسی تاریخ کو ہوا تھا۔ سرورق کا اصل نمبر کتاب کی ترتیب صفحات میں شامل ہے۔ اس سے بھی یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ یہ دیوان سرورق پر مذکور تاریخ طباعت کے بعد تک چھپتا رہا تھا''۔ ؎

مولانا عرشی نے دیوانِ غالب کے اس پہلے ایڈیشن کی طباعت کا آغاز، اکتوبر ۱۸۴۱ء اور اختتام ۱۲ نومبر ۱۸۴۱ء کے بعد، قرار دیتے ہوئے تین شہادتیں پیش کی ہیں:

۱۔ سرورق پر تاریخ مذکور ہے۔

۲۔ ''ہے اب کے شبِ قدر و دوالی باہم'' یہ رباعی شامل ہے۔

۳۔ کتاب کی ترتیب میں سرورق کے صفحہ نمبر کو شمار رکھا گیا ہے۔

مولانا عرشی کی، اپنے بیان کی حمایت میں ان تین شہادتوں میں سے پہلی دو کے بارے میں کالی داس گپتا رضا لکھتے ہیں:

> ''یہ دونوں دلیلیں ضعیف ہیں۔ دیوان کے سرورق پر یہ کہیں نہیں لکھا گیا کہ اکتوبر ۱۸۴۱ء طباعتِ دیوان کی تاریخ آغاز ہے۔ اگر تاریخ آغاز کی نشاندہی منظور ہوتی تو

> دن کا ذکر بھی ہونا چاہیے تھا۔ اسی طرح رباعی سے یہ کہیں ظاہر نہیں ہوتا کہ شب قدر اور دیوالی کے اجتماع کی تاریخ گزر چکی ہے۔۔۔۔رباعی یقیناً ۲۷ رمضان (۱۲ نومبر) سے پہلے کہی گئی ہوگی۔ ایسا ہونا اگر ناممکن نہیں تو دور از قیاس ضرور ہے کہ طباعت سے مہینوں پہلے مسودے کی کتابت کرائی گئی ہو اور طباعت کے دوران میں یکا یک ایک رباعی کا اضافہ کر دیا گیا ہو۔ چھپے ہوئے دیوان میں یہ رباعی جس مقام پر ہے وہ ظاہر کرتا ہے کہ تمام مسودہ ایک ہی قلم سے سلسلہ وار لکھا گیا ہے"۔۸

''نسخۂ رضا''، مولانا عرشی کی تیسری دلیل کے بارے میں خاموش ہے کہ ''سرورق کا اصل نمبر کتاب کی ترتیبِ صفحات میں شامل ہے''۔ مولانا عرشی کی اس دلیل کے بارے میں یہ قیاس کرنا غلط نہ ہوگا کہ دیوان کے تمام صفحات نمبر، اس کی کتابت کے بعد بھی لگائے جاسکتے ہیں (اور ایسا ہی ہوا بھی ہے) کیونکہ کتابت کے دوران میں کاتب، عموماً صفحات پر نمبر نہیں لگایا کرتے تھے بلکہ ہر ورق ب کے آخر میں رکاب (ترک) کا اہتمام کرتے تھے۔ بیاضِ غالب بخطِ غالب (عکسی اشاعت، ۱۹۶۹)، نسخۂ شیرانی (عکسی اشاعت، ۱۹۶۹ء) اور گلِ رعنا (عکسی اشاعت، ۱۹۷۵) میں سے کسی میں، کاتب نے صفحات نمبر نہیں لگائے بلکہ رکاب کا اہتمام کیا ہے۔ دیوانِ غالب کا پہلا ایڈیشن بھی کتابت شدہ ہے اور تقریباً ہر ورق ب پر رکاب کا اہتمام کیا گیا ہے اور چوں کہ یہ اشاعت کے لیے کتابت ہو رہا تھا اس لیے کتابت مکمل ہونے کے بعد سرورق کی عبارت کا اضافہ کیا اور اس پر تاریخ لکھ کر صفحات نمبر لگانا شروع کر دیے۔ اس طرح ترتیبِ صفحات میں سرورق کو بھی شامل کر لیا۔ ان شواہد کی بنا پر، مولانا عرشی کا یہ قیاس کہ دیوان کے پہلے ایڈیشن کی طباعت ۱۲ نومبر ۱۸۴۱ء تک ہوتی رہی، درست نہیں معلوم ہوتا۔ صحیح یہ ہے کہ اس کی طباعت اکتوبر ۱۸۴۱ء تک مکمل ہو چکی تھی۔

دیوانِ غالب کے اس پہلے ایڈیشن میں صفحات کے نمبر شمار میں صفحہ ۹۳ پر بھی ۹۲ ہی درج ہو گیا ہے۔ اس سہو کو درست کر لینے کے بعد، غزلیات صفحہ ۹۵ پر تمام ہو رہی ہیں اور ۹۶ سے قصائد شروع ہوتے ہیں لیکن مولانا عرشی سے مقدّمے میں (ص: ۱۳۰) یہ سہو، نظر انداز ہوا، اور انھوں نے غزلیات کے صفحہ ۹۴ پر تمام ہونے اور ۹۵ سے قصائد کے شروع ہونے کا ذکر کیا ہے۔

مولانا عرشی، دیوانِ غالب کے دوسرے ایڈیشن (۱۸۴۷ء) کے بارے میں لکھتے ہیں کہ اس میں:

> ''ہر غزل کے آغاز میں عنوان پر لفظِ ''غزل'' یا ''ولہ'' لکھا گیا ہے۔ صرف ۲ جگہ لفظ ''فرد'' ہے اور ۵ جگہیں خالی رہ گئی ہیں''۔۹

اس دوسرے ایڈیشن میں، ''غزل'' یا ''ولہ'' کے عنوان سے خالی رہ جانے والی جگہوں کو شمار کیا گیا تو یہ ۱۱ بنتی ہیں۔ کاتب کے پیشِ نظر، ان عنوانات کی یہ صورت رہی ہے کہ، مکمل غزل کو ''غزل'' عنوان دیا ہے، دو سے چار اشعار کو ''ولہ'' اور ایک شعر کو ''فرد''۔ لیکن صرف ردیف الف کی ابتدائی غزلوں میں ایک شعر کے لیے دو جگہ ''فرد'' کا لفظ لکھا گیا ہے اور بعد میں ایک شعر کو بھی ''ولہ'' ہی عنوان دیا ہے؛ بلکہ صفحہ ۱۰ پر سات اشعار کی ایک غزل کو بھی ''ولہ'' ہی عنوان دیا گیا ہے۔ اسی طرح صفحہ ۴۳ پر چار اشعار کی ایک غزل کو ''غزل'' کے عنوان سے ظاہر کر دیا گیا ہے۔ لیکن مجموعی طور پر ایک یا دو سے چار اشعار کی غزل کو ''ولہ'' اور اس سے زیادہ کے لیے ''غزل'' کا عنوان دیا ہے۔ ان عنوانات کا اندراج غزل کے ختم ہونے کے بعد، ایک سطر بھر جگہ خالی چھوڑ کر اور اُس کے درمیان میں عنوان لکھ کر، دائیں بائیں عمودی خط کھینچ دیا ہے، لیکن کہیں کہیں یہ اہتمام نہیں بھی کیا گیا اور دو مصرعوں کے درمیانی حاشیے میں خالی جگہ پر ''غزل'' یا ''ولہ'' لکھ دیا گیا ہے۔ ۴ یا اس سے کم اشعار والی ۷۰ غزلیں ''ولہ'' کے عنوان سے ظاہر ہیں، دو کو ''فرد'' اور باقی تمام کو ''غزل'' عنوان دیا ہے۔ ''نسخۂ عرشی'' سے یہ معلومات غیر حاضر تھیں اس لیے انھیں درج کر دیا ہے۔

دیوانِ غالب کے پہلے ایڈیشن (۱۸۴۱ء) کی نسبت دوسرے ایڈیشن (۱۸۴۷ء) میں اضافہ شدہ اشعار کے بارے میں، مولانا عرشی، مقدّمے میں لکھتے ہیں:

> ''چھے برس کے اندر میرزا صاحب نے اُردو کے کل سولہ شعر کہے تھے، جو اس نسخے میں بڑھا دیے گئے۔ دونوں ایڈیشنوں کے مقابلے سے معلوم ہوتا ہے کہ غزلیات میں صرف نواب تجمل حسین خاں کی مدحیہ غزل کا اضافہ ہوا ہے، جس کے چودہ شعر ہیں۔ نیز قطعات میں بیسنی روٹی والا دو شعر کا قطعہ بڑھایا گیا ہے''۔۱۰

مولانا عرشی نے اس دوسرے ایڈیشن کے اشعار کی کل تعداد نہیں بتائی۔ پہلے ایڈیشن کے کل اشعار، انھوں نے ۱۰۹۳ بتائے تھے، ان میں مذکورہ ۱۶ شعروں کا اضافہ کریں تو دوسرے ایڈیشن میں (مولانا عرشی کے مطابق) کل ۱۱۰۹ شعر ہوئے، لیکن اس دوسرے ایڈیشن کے کل اشعار کی یہ واقعی تعداد نہیں ہے۔ ڈاکٹر سیّد معین الرحمٰن، اس ایڈیشن کے اشعار کے تفصیلی گوشوارے کے ذریعے اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ:

> ''میری اشعار شماری کے مطابق، دیوانِ غالب طبع دوم میں اشعار کی کل تعداد ۱۱۵۸ ہے یعنی طبع اوّل کے ۱۰۹۳ اشعار کی جگہ ۶۵ اشعار زیادہ''۔۱۱

''نسخۂ رضا'' (ص: ۹۵) سے بھی اس بات کی تائید ہوتی ہے کہ دیوانِ غالب کے دوسرے ایڈیشن میں کل ۱۱۵۸ شعر ہیں۔[۱۲]

تیسرے ایڈیشن کی بنیاد بننے والے قلمی نسخے کے بارے میں، مولانا عرشی لکھتے ہیں کہ تیسرا ایڈیشن:

> ''میرزا صاحب نے محمد حسین خان تحسین کو چھاپنے کی اجازت دے دی۔ غالباً یہ مسئلہ نیّر کی سفارش پر طے ہوا، اور اُنھوں نے اپنا نسخہ، جس کی تکمیل نسخۂ رام پور سے کی جا چکی تھی عطا کیا''۔[۱۳]

لیکن اس اقتباس کے آخری لفظوں ''عطا کیا'' کے بارے میں، مولانا عرشی، اسی صفحے کے حاشیے میں لکھتے ہیں:

> ''اس قیاس کی چند وجہیں ہیں: پہلی یہ کہ نسخۂ رام پور کی ترتیب، انواع شعر اس کے بر خلاف ہے۔ دوسری یہ کہ غزلوں کی ترتیب بھی بدلی ہوئی ہے۔ تیسری یہ کہ احمدی ایڈیشن میں لفظ کسی کی جگہ کسو لکھا گیا ہے... اس کے برخلاف نسخۂ رام پور میں ہر جگہ کسی استعمال ہوا ہے، بجز مقامات قافیہ کے۔ چوتھی یہ کہ احمدی ایڈیشن میں یہ شعر پایا جاتا ہے: ''مقطع سلسلہ... حرم ہے ہم کو'' جب کہ نسخۂ رام پور میں یہ شعر نہیں ہے''۔[۱۴]

پہلے جو قیاس کیا اور پھر حاشیے میں اس قیاس کی جو وجوہات بیان کیں، دونوں ایک دوسرے کے متضاد ہیں، گویا حاشیے کی عبارت متن میں کیے جانے والے قیاس کی خود بخود تردید کرتی نظر آتی ہے۔ ڈاکٹر سید مُعین الرحمٰن لکھتے ہیں:

> ''امتیاز علی عرشی کا قیاس ہے کہ نیّر ہی نے اپنا مُسوّدہ، جس کی تکمیل نسخۂ رام پور سے کی جا چکی تھی، مطبع احمدی والوں کو عطا کیا، لیکن اس قیاس کی جو وجوہ عرشی صاحب نے پیش کی ہیں، اُن سے بجائے خود عرشی صاحب کے قیاس کی تائید نہیں ہوتی۔ نیّر کے پاس نسخۂ رام پور کی نقل تھی۔ اگر مطبع احمدی کے لیے نیّر نے اپنا نسخہ یا اس کی نقل فراہم کی تھی تو مطبع احمدی والے مطبوعہ ایڈیشن کو، نسخۂ رام پور کے مطابق ہونا چاہیے، لیکن ایسا نہیں ہے''۔[۱۵]

مولانا عرشی کے بیان، کہ نیّر نے اپنا نسخہ مطبع احمدی والوں کو دیا، کے بارے میں ایک اور توجہ طلب بات یہ ہے کہ، نیّر کے پاس کون سا نسخہ تھا کہ وہ مطبع احمدی والوں کو دیتے؟ کیوں کہ ان کے لیے، غالب نے سفرِ رام پور کے وقت، نسخۂ رام پور سے جو نقل تیار کروا کر بھیجی تھی، واپس آ کر وہ اُن سے لے کر میرٹھ بھیج دی۔ پھر میرٹھ سے واپس منگوا کر آرام کو آگرے بھیج دی۔ گویا نیّر کے

لیے نسخۂ رام پور سے بنوائی گئی نقل کبھی اُن کے پاس رہی نہ انھوں نے میرٹھ بھیجنے کے لیے، غالب کو واپس کرتے ہوئے اس کی کوئی دوسری نقل تیار کروائی۔ پھر انھوں نے کون سا اپنا نسخۂ مطبع احمدی والوں کو دینا تھا۔

مولانا عرشی، دیوانِ غالب کے چوتھے اڈیشن کی ایک خوبی کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

''ایک بات اس میں یہ ضرور مفید نظر آتی ہے کہ غزلوں پر مسلسل شمار کے ہندسے ڈالے ہیں۔ لیکن اس شمار میں '' کیونکر اُس بت سے رکھوں جان عزیز، پر نمبر شمار چھوٹ گیا ہے''۔[۱۶]

مولانا عرشی نے صرف ایک غزل پر نمبر شمار چھوٹ جانے کا ذکر کیا ہے۔ ڈاکٹر سیّد مُعین الرّحمٰن، ان کے مذکورہ بیان کے بارے میں لکھتے ہیں:

''یہ بیان مُغالطہ انگیز ہے اور پوری صداقت کو ظاہر نہیں کرتا۔ حقیقت یہ ہے کہ مُتعدد اور غزلوں پر بھی نمبر شمار چھوٹ گیا ہے''۔[۱۷]

ڈاکٹر سیّد مُعین الرّحمٰن نے ۴ مستقل غزلوں اور ۱۵ مفردات کی نشاں دہی کی ہے جن پر نمبر شمار نہیں لگائے جا سکے۔

ڈاکٹر سیّد عبداللطیف کے مرتبہ (نامکمل) دیوان کا، جو تعارف نسخۂ عرشی کے مقدّمے میں کرایا گیا ہے۔ اس میں کچھ اشکال اور ابہام ہے۔ مولانا عرشی نے، لطیف اڈیشن کے، اپنے پیشِ نظر جزو، کے سرورق کے یہ کوائف درج کیے ہیں:

''کتابِ دوّم: حِصّہ اوّل سنہ ۱۲۲۵ھ تا سنہ ۱۲۳۷ھ جس میں، اس دور کی وہ تمام غزلیں اور اشعار شامل ہیں، جن کو غالب نے موجودہ دیوان کے لیے منتخب کیا۔ فٹ نوٹ میں وہ اشعار دیے گئے ہیں جو انتخاب کے وقت خارج کر دیے گئے تھے''۔[۱۸]

''لطیف اڈیشن'' کے بارے میں، مولانا عرشی کے درج کردہ، ان کوائف سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس میں ۱۲۲۵ھ بمطابق ۱۸۱۰ء سے لے کر ۱۲۳۷ھ بمطابق ۱۸۲۱ء تک کے کلام (یعنی نسخۂ بھوپال کے متن) میں سے متداول دیوان میں منتخب ہونے والے کلام کو متن میں درج کیا ہے اور قلم زد ہونے والے کو پاورقی حواشی میں رکھا ہے۔

لطیف اڈیشن کے اس جزو ''کتابِ دوّم: حِصّہ اوّل'' کے، مولانا عرشی کے پاس، صفحہ ۱ سے ۱۲۶ تک صرف ۵۵ صفحات ہیں، جن میں ردیف الف سے ردیف ھا تک کی ۶۹ غزلیں موجود ہیں۔

اب مولانا عرشی کا درج ذیل اقتباس ملاحظہ ہو، وہ لکھتے ہیں کہ ''لطیف اڈیشن'' کے:

''صفحہ۲۷ سے ردیفِ الف کے عنوان کے تحت دیوان کی مشہور غزل: ''نقش فریادی ہے'' شروع ہوئی ہے۔اس کا نمبر ۱۴۷ ہے، جس کا یہ مطلب ہے کہ کتابِ اوّل میں جو ۷۰ صفحات پر مشتمل تھی، ۱۴۶ غزلیں مندرج تھیں۔ بظاہر یہ غزلیں وہ ہوں گی جو متداول دیوان سے یکسر خارج کردی گئی تھیں''۔ ۱۹

اس اقتباس میں مولانا عرشی نے ''لطیف ایڈیشن'' کے پیشِ نظر جزو کی بنیاد پر، اس سے پہلے کے جزو ''کتاب اوّل'' کے بارے میں دو باتیں قیاس کی ہیں؛ ایک یہ کہ اس میں ۱۴۶ غزلیں ہیں۔ دوسرا یہ کہ یہ سب غزلیں وہ ہیں، جو متداول دیوان سے یکسر خارج کر دی گئی تھیں۔ مولانا عرشی کا یہ دوسرا بیان ذرا مبہم ہے اور بظاہر، ان کے درج کردہ ''لطیف ایڈیشن'' کے سرورق کی عبارت سے مطابقت نہیں رکھتا۔ اس سرورق کے مطابق مولانا عرشی کے پیشِ نظر جزو میں ۱۸۱۰ سے ۱۸۲۱ء تک کے کلام میں سے متداول میں آنے والی غزلیں اور اشعار متن میں درج ہیں اور خارج ہونے والے فٹ نوٹ میں۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ پھر ۱۸۱۰ء سے پہلے کی (یا بعد کی) وہ کون سی ۱۴۶ غزلیں ہیں جو لطیف ایڈیشن کی ''کتاب اوّل'' میں ہوں گی۔

''نسخۂ عرشی'' کا مقدمہ یہ رہنمائی نہیں کرتا کہ نسخۂ بھوپال میں سے کتنی مکمل غزلیں یا ان میں سے کچھ اشعار خارج ہوئے اور وہ کون کون سے ہیں۔ مولانا عرشی نے سرورق کی عبارت اور اپنے بیان یا قیاس کی عدم مطابقت پر اظہارِ رائے نہیں فرمایا۔ ''لطیف ایڈیشن'' کے اس جزو کے متن اور حاشیے میں آنے والے کلام کی تخصیص اور نشاں دہی کر دی جاتی تو بات صاف ہو جاتی۔

مولانا عرشی نے مقدّمے میں اپنے پیشِ نظر، دیوان غالب کے مخطوطات، مطبوعہ یا مرتبہ ایڈیشنوں کی کیفیت اور تعارف بڑی حد تک، تفصیل سے درج کر دیا ہے، اور ان قلمی یا مطبوعہ نسخوں پر لکھنے والوں میں، مولانا عرشی کا مرتبہ، ''نسخۂ عرشی'' ہی وہ واحد مآخذ ہے، جس میں ایسے تمام معلوم مآخذ کی تفصیلات یکجا صورت میں موجود ہیں، لیکن ان کے تعارف کے ذیل میں ایک نہایت اہم بات کی تفصیل کا موجود نہ ہونا کھٹکتا ہے اور بڑی کمی کا احساس ہوتا ہے۔ ان تمام کے تفصیلی کوائف اور تعارف کے ساتھ ساتھ، صرف چند ایک کے املا اور رسم الخط کے بارے میں کچھ تفصیلات بہم پہنچائی ہیں، لیکن بیشتر کے بارے میں ایسی معلومات، مقدّمے کے مندرجات میں موجود نہیں۔

مقدّمے میں مولانا عرشی نے ''زیرِ مطالعہ'' نسخوں کا دو حصّوں میں تعارف کرایا ہے۔ پہلے حصّے میں قلمی نسخے اور دوسرے میں مطبوعہ یا مرتبہ ایڈیشن ہیں۔ قلمی نسخوں میں پہلے نمبر پر ''بیاضِ غالب بخطِ غالب'' ہے جس کا تفصیلی تعارف تقریباً آٹھ صفحات میں پیش کیا گیا ہے لیکن مولانا عرشی نے اس کے املا یا رسم الخط کے بارے میں کچھ وضاحت نہیں فرمائی۔ البتہ عرشی زادہ نے ''استدراک'' کے تحت اس نسخے کی املائی خصوصیات درج کر دی ہیں۔ عرشی زادہ نے، بڑی تفصیل کے ساتھ املائی جزئیات کا مطالعہ پیش کر دیا ہے لیکن جو درجۂ استناد، مولانا عرشی کے مشاہدات کو حاصل ہے شاید عرشی زادہ کو نہ ہو۔

''نسخۂ بھوپال'' کا تعارف بھی مقدّمے میں تقریباً سات صفحات پر پھیلا ہوا ہے، لیکن یہاں بھی اس کے املا و رسم الخط کے بارے میں نہیں لکھا گیا۔ اس کے ایک صفحے کے عکس (مشمولہ نسخۂ حمیدیہ اوّل) کی بنیاد پر، عرشی زادہ نے بڑی دیدہ ریزی سے ''استدراک'' کے تحت کچھ مشاہدات بیان کیے ہیں جو کسی حد تک اس کمی کو پورا کر دیتے ہیں، لیکن ایک صفحے کے مشاہدات، پورے مخطوطے کی روشِ کتابت اور املا کی معلومات کا نعم البدل نہیں ہو سکتے۔

''نسخۂ شیرانی''، ''نسخۂ لاہور'' اور ''نسخۂ رام' پور جدید کی املائی خصوصیات کا بڑی حد تک احاطہ کر لیا گیا ہے۔ ان میں سے بھی زیادہ تفصیل صرف ''نسخۂ رام پور'' جدید کے بارے میں آئی ہے۔ ان کے علاوہ نسخۂ بدایوں کے بارے میں صرف یہ لکھا ہے کہ: ''اس میں پرانے رسمِ خط کے مطابق اعراب بالحروف کا طریقہ برتا گیا ہے''۔ (مقدّمہ، ص: ۱۱۰)۔ ''نسخۂ دیسنہ'' کے بارے میں یہ ہے کہ: ''املا اس عہد کی روش کے مطابق ہے''۔ (مقدّمہ، ص: ۱۱۲)۔ ''نسخۂ کریم الدین'' کے بارے میں لکھا ہے کہ ''اس نسخے کا املا اپنے عہد کی مروّجہ روش کے مطابق ہے البتہ رسمِ خط کے لحاظ سے یہ بات نئی ہے کہ اس میں ''خورشید'' کو بحذفِ واو ''خرشید'' لکھا گیا ہے''۔ (مقدّمہ، ص: ۱۱۴)۔ ان قلمی نسخوں کے املا اور رسم الخط کے بارے میں یہ معلومات ناکافی ہیں۔

ان کے علاوہ، جن قلمی نسخوں کے املا اور رسم الخط کے بارے میں، کسی نوعیت کی کوئی وضاحت، ان کے تعارف کے تحت نہیں آ سکی وہ یہ ہیں: ''گلِ رعنا'' (۱۸۲۸ء)، ''نسخۂ رام پور قدیم'' (۱۸۳۳ء)، ''انتخابِ غالب'' (۱۸۳۶ء) اور ''انتخابِ غالب'' (۱۸۶۶ء)۔

دیوانِ غالب کے معاصر پانچ ایڈیشنوں میں سے صرف پانچویں کی، املائی نوعیت کی، ایک خصوصیت یہ بتائی ہے: ''اس نسخے کی یہ خصوصیّت قابلِ بیان ہے کہ پوری کتاب

میں کچھ مقامات کے سوا یاے معروف و مجہول اور ھاے سادہ و مخلوط میں فرق کیا گیا ہے''۔ (مقدمہ، ص: ۱۴۴)۔ اس سے پہلے کے چار ایڈیشنوں میں سے کسی ایک کے بھی، املا یا رسم الخط کا تعارف نہیں کروایا گیا۔

غالب کی زندگی کے مطبوعہ ایڈیشنوں کی حیثیت بھی، کم یاب ہونے کی وجہ سے اب تو مخطوطات کی سی ہوگئی ہے۔ یہ بھی مختلف مطابع کے مختلف کاتبوں کے لکھے ہوئے ہیں، جن میں املا اور رسم الخط کے اختلاف پائے جاتے ہیں۔ اس وجہ سے ان کے بارے میں بھی ایسی معلومات درج کردی جاتیں تو بہتر تھا، بلکہ یہ چاہیے تھا کہ مقدمے میں الگ سے ایک عنوان ؁ بنا کر ان قلمی نسخوں اور مطبوعہ ایڈیشنوں کے کاتبوں کے روشِ کتابت اور املا نیز املاے غالب کی تفصیلات درج کر دی جاتیں، تاکہ ان کے املائی اختلافات اور غالب کے املائی عقائد سے مکمل آگاہی آسان ہو جاتی۔ ایسی معلومات کو الگ عنوان کے تحت درج کر دینا اس لیے بھی ضروری تھا کہ ان کے ذریعے سے ''نسخۂ عرشی'' کے ''اختلافِ نسخ'' درج کرنے میں، ایک خاص قاعدہ یا طریقۂ کار مقرر کر لینا آسان ہوسکتا تھا۔ الگ عنوان کے تحت کاتبوں کے روشِ املا اور املائے غالب کے مباحث کو یک جانہ کر سکنے کی وجہ سے، نسخۂ عرشی کے املا اور خاص طور پر اختلافِ نسخ میں بہت سے مسائل پیدا ہو گئے ہیں۔

قلمی و مطبوعہ نسخوں کے تعارف میں یکسانیت یا خاص طریقۂ کار وضع نہیں کیا گیا۔ مثلاً دیوانِ غالب کے دوسرے ایڈیشن کے آخری سادہ اوراق پر ۲۳ غزلیں درج تھیں، جنھیں مولانا عرشی نے ''آخر ما'' کی علامت سے ظاہر کیا۔ اس ایڈیشن کے تعارف کے تحت، ان میں سے ہر ایک کا ایک ایک مصرع دے کر، نشان زد کر دیا ہے، لیکن ''نسخۂ بھوپال'' کے آخری سادہ اوراق پر ۷ غزلیں ہیں جنہیں ''آخرِ ق'' کی علامت سے ظاہر کیا ہے، ان کی نشان دہی نہیں کی۔ اس کے حاشیے کی غزلوں کی نشان دہی بھی نہیں کی گئی۔ بیشتر نسخوں میں موجود اشعار کا ردیف وار گوشوارہ بھی درج کیا ہے لیکن ''نسخۂ دیسنہ''، دوسرے، تیسرے، چوتھے اور پانچویں ایڈیشن کا گوشوارہ نہیں دیا گیا۔

اس بات میں بھی باقاعدگی نہیں رہی کہ ہر نسخے کے تعارف کے تحت یہ واضح کر دیا جائے کہ، اپنے سے ماقبل کی نسبت اس میں کتنے اور کون کون سے اشعار اضافہ ہوئے یا، مابعد کی نسبت اس میں سے کون سے شعر قلم زد ہوئے۔ اس نوعیت کی معلومات کا اندراج تو نہایت ضروری تھا اور اس کے ذریعے سے بہت سے اشکال دُور ہو سکتے تھے۔ اب اگر کوئی دیکھنا چاہے کہ کسی نسخے میں سے کتنے اور کون کون سے اشعار حذف یا اضافہ ہوئے تو نسخۂ عرشی کفالت نہیں کرے گا۔

اس کے متن، اختلافِ نسخ، حواشی اور استدراک وغیرہ میں ایسی بیشتر معلومات موجود ہیں مگر منتشر صورت میں، اور جگہ جگہ بکھری پڑی ہیں، کسی ایک نسخے کے حوالے سے انھیں یک جا کرنا جوئے شیر لانے کے مترادف ہے۔ اس نوعیت اور سطح کی تحقیق و تدوین کو، خاص طرح کے سائنٹی فیک طریقے سے پیش کیا جانا چاہیے کہ اس سے فوری استفادے میں آسانی رہے۔

مولانا عرشی نے ، ''نسخۂ عرشی'' میں استعمال ہونے والی حوالے کی تمام کتابوں کو ''کتابیات'' کے انداز میں درج نہیں کیا۔ کچھ کے مکمل حوالے ملتے ہیں اور بیشتر کے نہیں ملتے۔ ''نسخۂ عرشی'' طبع ثانی کے مقدّمے میں استعمال ہونے والی بعض کتابوں کے بارے میں جاننا اور مقدّمے میں مندرج ان کے اقتباسات کی جانچ پرکھ، صحت یا تصدیق کرنے میں اور بھی مشکل پیش آتی ہے جب ان کا تقابل ''نسخۂ عرشی'' طبع اوّل کے دیباچے میں استعمال ہونے والے حوالہ جات سے کیا جاتا ہے، کیوں کہ بعض ایک ہی نام کی کتابوں کا، حوالے میں محوّلا اقتباس کا متعلقہ صفحہ نمبر، نسخۂ عرشی کے دونوں ایڈیشنوں میں یکساں نہیں ہے۔ ممکن ہے ''نسخۂ عرشی''، طبع اوّل میں ان کتابوں کے جو ایڈیشن استعمال میں آئے، طبع ثانی میں وہ نہ ہوں اور ان کی جگہ اُنھی کتابوں کے کوئی دوسرے ایڈیشن پیشِ نظر ہوں، لیکن بظاہر ایسا لگتا نہیں۔ اگر ایسا بھی ہوتو، اس کی یہ صورت ہوسکتی تھی کہ حوالے میں صفحات کے نمبروں کا فرق تقریباً یکساں ہونا تھا۔ ذیل میں اس طرح کی چند مثالیں درج کرتے ہوئے، پہلے ''نسخۂ عرشی'' طبع اوّل کے دیباچے کا صفحہ نمبر دیا ہے پھر موازنے کے طور پر اُس کے نیچے ''نسخۂ عرشی''، طبع ثانی کے مقدمے کا صفحہ نمبر دیا ہے۔ لفظ ''دیباچہ'' اور ''مقدمہ'' کی تکرار نہیں کی گئی۔ ملاحظہ کیجیے:

نسخۂ عرشی، طبع اوّل، ص:۲	کلیاتِ نثر، پنج آہنگ	۱۵۴
نسخۂ عرشی، طبع ثانی، ص:۲	ایضاً	۷۲
نسخۂ عرشی، طبع اوّل، ص:۶	اردوئے معلّٰی	۱۷
نسخۂ عرشی، طبع ثانی، ص:۶	ایضاً	۲۱۷
نسخۂ عرشی، طبع اوّل، ص:۱۱	کلیاتِ نثر، پنج آہنگ	۲۳۲، اردوئے معلّٰی لاہور ایڈیشن:۳۷۳
نسخۂ عرشی، طبع ثانی، ص:۱۱	ایضاً	۱۱۱
	ایضاً	۳۷۶
نسخۂ عرشی، طبع اوّل، ص:۱۴	کلیاتِ نثر، پنج آہنگ	۳۷۸

نسخۂ عرشی، طبع ثانی، ص:۱۵	ایضاً	۹۱
نسخۂ عرشی، طبع اوّل، ص:۱۷	ایضاً	٦۸
نسخۂ عرشی، طبع ثانی، ص:۱۷	ایضاً	۳۳
نسخۂ عرشی، طبع اوّل، ص:۱۸	یادگارِ غالب	۹۷
نسخۂ عرشی، طبع ثانی، ص:۱۸	ایضاً	۱۰۷
نسخۂ عرشی، طبع اوّل، ص:۲۱	آبِ حیات	۵۱۷
نسخۂ عرشی، طبع ثانی، ص:۲۳	ایضاً	۴۸۴
نسخۂ عرشی، طبع اوّل، ص:۳٦	اردوئے معلّٰی	۳۰۹
	ایضاً	۳۸۱
نسخۂ عرشی، ثانی، ص:۴۰	ایضاً	۳٦۸
	ایضاً	۳۸۰
نسخۂ عرشی، اوّل، ص:۵٦	کلیاتِ غالب	۴۳۹
	ایضاً	۳۴۴
	سبدِ چین	۲۷
نسخۂ عرشی، ثانی، ص:۵۹	کلیاتِ فارسی	۳۳۹
	ایضاً	۳۴۵
	سبدِ چین	۱۷

مندرجہ بالا ہر کتاب کا، حوالے کے لیے آنے والا متعلقہ اقتباس، ''نسخۂ عرشی'' کے دونوں ایڈیشنوں میں ایک ہی ہے مگر حوالے کی کتاب کے صفحات نمبر دونوں میں مختلف ہیں۔ ان میں سے بعض کے بارے میں تو یہ کہا جا سکتا ہے کہ ''نسخۂ عرشی''، طبع ثانی میں پیشِ نظر ایڈیشن، ''نسخۂ عرشی'' طبع اوّل سے مختلف ہے، لیکن بعض کے بارے میں یہ بات یقین کے ساتھ کہی جا سکتی ہے کہ ''نسخۂ عرشی'' کے دونوں ایڈیشنوں میں حوالے کے طور پر آنے والی ایک ہی کتاب کے، ایک ہی اقتباس کے صفحے نمبر کے اندراج میں کتابت یا ٹائپ کا سہو رہ گیا ہے، کیوں کہ ایک کتاب کے دو مختلف ایڈیشن ہوں تو اُن میں چند صفحات کا فرق تو ہو سکتا ہے، سینکڑوں کا نہیں۔ پھر یہ بھی ہے کہ، حوالے کی کتاب کے ایک اقتباس کا صفحہ نمبر، ''نسخۂ عرشی'' کے دونوں ایڈیشنوں میں ایک جگہ تو چند

صفحات کے فرق سے آیا ہے اور کسی دوسری جگہ سینکڑوں کا فرق آ گیا ہے۔ ''نسخۂ عرشی'' کے مقدّمے میں اس نوعیت کی مثالیں صرف یہ نہیں ہیں۔

جب تک ایسی تمام کتابیں اور پھر اُن کے متعدد ایڈیشن سامنے نہ ہوں، یہ تعیّن کرنا مشکل ہے کہ ''نسخۂ عرشی'' طبع ثانی میں، ان کتب کے کون سے ایڈیشن استعمال ہوئے ہیں۔ ان میں سے یادگارِ غالب'' طبع اوّل (عکسی اشاعت، کراچی ۱۹۹۹ء) کی مدد سے، یہ اندازہ ہوا کہ نسخۂ عرشی کے دونوں ایڈیشنوں میں، یادگارِ غالب کا پہلا ایڈیشن (۱۸۹۷ء) ہی استعمال ہوا ہے اس کے باوجود، حوالہ دیتے وقت صفحات نمبر غلط درج ہو گئے ہیں۔ غرض یہ کہ بڑی حد تک یہ سب سہو کاتب یا ٹائپ کی غلطیاں ہیں۔ نسخۂ عرشی میں اگر فنِ حوالہ نگاری پر عمل کرتے ہوئے تمام کتب و رسائل کے مکمل حوالے اور کوائف ''کتابیات'' کی صورت میں مرتب کر دیے جاتے تو ایسے اشکال نہ پیدا ہوتے۔

حوالے

۱۔ مولانا امتیاز علی خاں عرشی: ''دیوان غالب اُردو نسخہ عرشی''، دہلی: انجمن ترقی اُردو (ہند) ۱۹۸۲ء، مقدمہ، ص: ۲۵

۲۔ مفتی انوار الحق: ''دیوانِ غالب جدید المعروف بہ نسخہ حمیدیہ''، آگرہ: مفید عام اسٹیم پریس، ۱۹۲۱ء تمہید، ص: ۸

۳۔ ڈاکٹر گیان چند: ''رموزِ غالب''، (طبع دوّم) کراچی: ادارۂ یادگارِ غالب، ۱۹۹۹ء ص: ۲۳۵۔

۴۔ ''دیوان غالب اُردو نسخہ عرشی'' مقدمہ ص ۵۱۔

۵۔ بحوالہ: جوہر تقویم، مرتبہ، ضیاالدین لاہوری، لاہور: ادارۂ ثقافتِ اسلامیہ، ۱۹۹۴ء، ص: ۲۰۷۔

۶۔ نسخہ عرشی، (حاشیہ) ص: ۲۳۸

۷۔ ایضاً مقدمہ، ص: ۱۲۷۔

۸۔ کالی داس، گپتا رضا، کالی داس، دیوانِ غالب کامل (طبع سوم) بمبئی: ساکار پبلشرز، پرائیویٹ لمیٹڈ، ۱۹۹۵ء ص: ۷۸۔

۹۔ دیوانِ غالب، نسخہ عرشی، مقدمہ، ص: ۱۳۲

۱۰۔ ایضاً ص: ۱۳۲

۱۱۔ ڈاکٹر سید معین الرحمٰن، ''غالب کا علمی سرمایہ'' (طبع دوم) لاہور: الوقار پبلی کیشنز، ۲۰۰۰ء، ص: ۴۱۔

۱۲۔ ڈاکٹر گیان چند بھی ''نسخہ عرشی'' میں دیوان کے دوسرے ایڈیشن کی تعداد سے اختلاف کرتے ہیں لیکن مالک رام کی روایت پر بھروسا کر کے کل تعداد ۱۱۱۱ بتاتے ہیں [رموزِ غالب، ص: ۲۳۷] جو درست نہیں ہے۔

۱۳۔ دیوانِ غالب، نسخہ عرشی، مقدمہ، ص: ۱۳۶۔

۱۴۔ ایضاً
۱۵۔ ڈاکٹر سیّد معین الرحمٰن، ''غالب کا علمی سرمایہ''، ص: ۵۳۔
۱۶۔ دیوانِ غالب، نسخہء عرشی، مقدمہ، ص: ۱۴۲۔
۱۷۔ ڈاکٹر سیّد معین الرحمٰن، ''غالب کا علمی سرمایہ''، ایضاً ص: ۶۴۔
۱۸۔ دیوانِ غالب، نسخہء عرشی، مقدمہ، ص: ۱۵۱۔
۱۹۔ نسخہء عرشی، مقدمہ، ص: ۱۵۱۔

کتابیات

۱۔ ضیاء الدین لاہوری، (مرتبہ) ''جوہر تقویم''، لاہور: ادارۂ ثقافتِ اسلامیہ، ۱۹۹۴ء۔
۲۔ غالب، اسداللہ خاں، ''دیوانِ غالب'' (طبع اوّل)، دہلی، مطبع سیّد الاخبار/سیّد المطابع، اکتوبر ۱۸۴۱ء۔ (عکسی اشاعت، بہ اہتمام، گیتا رضا، بمبئی، ۱۹۸۶ء)۔
۳۔ غالب، اسداللہ خاں، '' دیوانِ غالب'' (طبع دوم)، دہلی، مطبع دارالسلام، مئی ۱۸۴۷ء (مخزونہ پنجاب یونیورسٹی لائبریری، لاہور)۔
۴۔ غالب، اسداللہ خاں، ''دیوانِ غالب جدید المعروف بہ نسخۂ حمیدیہ''، مرتبہ: مفتی محمد انوار الحق، آگرہ: مفید عام اسٹیم پریس، ۱۹۲۱ء۔
۵۔ غالب، اسداللہ خاں، ''دیوانِ غالب نسخۂ حمیدیہ'' مرتبہ: پروفیسر حمید احمد خاں، لاہور: مجلس ترقی ادب، مئی ۱۹۶۹ء۔
۶۔ غالب، اسداللہ خاں، ''دیوانِ غالب نسخۂ شیرانی'' (عکسی اشاعت)، لاہور: مجلس ترقی ادب، اگست ۱۹۶۹ء۔
۷۔ غالب، اسداللہ خاں، ''نسخۂ عرشی زادہ''، مرتبہ: اکبر علی خاں عرشی زادہ، رام پور، ستمبر ۱۹۶۹ء۔
۸۔ غالب، اسداللہ خاں، ''گلِ رعنا'' (مع آشتی نامۂ غالب) مرتبہ: سیّد قدرت نقوی، کراچی: انجمن ترقی اُردو پاکستان، ۱۹۷۵ء۔
۹۔ غالب، اسداللہ خاں، ''دیوانِ غالب اُردو نسخۂ عرشی''، (طبع اوّل)، مرتبہ: امتیاز علی خاں عرشی، علی گڑھ: انجمن ترقی اُردو ہند، ۱۹۵۸ء۔
۱۰۔ غالب، اسداللہ خاں، مرتبہ: امتیاز علی خاں عرشی، طبع دوّم، نئی دہلی: انجمن ترقی اُردو ہند، ۱۹۸۲ء۔
۱۱۔ غالب، اسداللہ خاں، دیوانِ غالب (کامل)، مرتبہ: کالی داس گپتا رضا، بمبئی: ساکار پبلشرز، پرائیویٹ لمیٹڈ، ۱۹۹۵ء۔
۱۲۔ گیان چند، ڈاکٹر، رموزِ غالب، (طبع دوّم) کراچی: ادارۂ یادگارِ غالب، ۱۹۹۹ء۔
۱۳۔ معین الرحمٰن، ڈاکٹر سیّد، غالب کا علمی سرمایہ، (طبع دوّم) لاہور: الوقار پبلی کیشنز، ۲۰۰۰ء۔

O ------- O